ضمیمہ متعلق پارۂ بست و پنجم ۲۵

حٰمٓ ۚ عٓسٓقٓ ۝ معانی الاخبار میں جناب امام جعفر صادقؑ ان پانچ حرفوں کے یہ بھی معنی منقول ہیں کہ ان سے یہ چھ مراد ہیں۔ الحکیمُ المثیبُ، العالمُ، السمیعُ، القادرُ، القویُّ اور تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ یہ حروف خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کے حروفِ مقطعات میں سے ہیں۔ جن کو جوڑ لینا رسولؐ یا امامؑ کا کام ہے اس لئے کہ ان کی تالیف سے اسم اعظم پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے جو دعا مانگی جاتی ہے قبول ہو جاتی ہے۔ انھیں حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ عین، سین، قاف سے مراد ہے قائم آلِ محمدؐ۔ یہ بھی منقول ہے کہ ق سے مراد وہ پہاڑ ہے جو زمرد سبز کا ہے۔ اور ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے اور آسمان کی سبزی اسی پہاڑ کے سبب سے ہے۔ اور ہر چیز کا علم عسق میں موجود ہے۔ ۱۲

یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ۝ تفسیر قمی میں ہے کہ وہ بالخصوص توبہ کرنے والے مومنین کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ یہاں لفظ تو آیت میں عام ہے مگر معنی تو خاص ہیں۔ الجوامع میں جناب امام جعفر صادقؑ کی روایت سے بھی یہی مضمون منقول ہے۔ ۱۲

لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۝ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ اس شخص کا رد ہے جو خدا کی صفات بیان کرے۔ ایک قول کے بموجب تو کاف اس میں زائد ہے اور ایک قول کے بموجب مبالغہ کے لئے ہے یعنی جب کسی شے کی مثل کی نفی کر دی جائے تو یہ بات بالاولیٰ ثابت ہو گی۔ کہ وہ ہر حیثیت سے یکتا ہے چنانچہ مصباح المتہجد میں جناب امیر المومنینؑ کے خطبے میں یہ لفظ آئے ہیں کہ اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے یعنی جو چیز ہو گی اسی کی مشیت سے ہو گی۔ پس وہ اپنے بنانے والے سے مشابہ نہیں ہو سکتی۔ ۱۲

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا ۝ کافی میں جناب امام رضاؑ سے منقول ہے کہ وہ ہم ہیں کہ جن کے لئے اللہ نے اپنا دین مقرر فرمایا۔ چنانچہ ہم سے اپنی کتاب میں خطاب کر کے فرماتا ہے اے آلِ محمدؐ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا یعنی ہم نے تم کو بھی اسی کی بابت وصیت کی جس کی بابت نوحؑ کی وصیت کی تھی۔ (پھر ہمارے جد امجد کی طرف خطاب کر کے فرماتا ہے) اور اے محمدؐ ہم نے تمھاری طرف بھی وہی وحی کی ہے۔ نیز وہ بھی جس کی ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو وصیت کی تھی۔ پس ہم کو ان سب چیزوں کا علم دیا گیا ہے۔ رسولوں میں سے اولوالعزم ہیں انکے علم کے تو ہم وارث ہیں۔ اور ہم کو مزید علم عطا فرمایا گیا ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ اے آلِ محمدؐ اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ کی ضمیر غائب جناب امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ۱۲

قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ۝ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام زین العابدینؑ، جناب امام محمد باقرؑ اور جناب امام جعفر صادقؑ اور کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جب جناب رسولِ خدا آخری حج سے واپس تشریف لائے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے تو انصار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ اور حضورؐ کی یہاں تشریف آوری سے اور ہمارے یہاں قیام کرنے سے ہم کو عزت خاص بخشی ہے۔ اور یہ مزید عنایت ہے کہ ہمارے دوستوں کو خوش اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ حضورؐ کی خدمت میں اب جا بجا سے مہمان حاضر ہوتے ہیں اور ان کو عطا کرنے کے لئے آپ کے پاس سامان نہیں ہے اس سے آپ کے دشمن آپ پر ہنستے ہیں لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ ہمارے مال کی تہائی آپ لے لیں تاکہ مکہ کے مہمان جو آنے والے ہیں انھیں آپ اس میں سے عطا فرمائیں۔ جناب رسولِ خدا نے ان کی درخواست کا کچھ جواب نہ دیا اور منتظر رہے کہ خدا کا حکم کیا آتا ہے۔ چنانچہ جبرئیل امینؑ حاضر ہوئے اور یہ حکم لائے قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی چنانچہ آنحضرتؐ نے ان کے مال نہیں لئے (اور یہ حکم سنا دیا جسے سن کر) منافقوں نے یہ کہا کہ اللہ نے تو محمدؐ پر یہ نازل کیا نہیں مگر یہ چاہتے ہیں کہ اپنے چچازاد بھائی (علیؑ) کا بازو پکڑ کر بعد بلند کریں اور ان کے اہلبیتؑ کو بھی ہمارا افسر قرار دیں کل تو یہ کہہ ہی چکے ہیں کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاهُ اور آج کہہ رہے ہیں قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی۔ قرب الاسنا میں جناب جعفر صادقؑ بروایت اپنے آباؤ اجداد کے منقول ہے کہ جب جناب رسولِ خدا پر یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لوگو! خدا تعالیٰ نے میری خاطر سے تم پر ایک فریضہ واجب کیا ہے آیا تم اس کو بجا لاؤ گے؟ کسی شخص نے جواب نہیں دیا، آنحضرتؐ تشریف لے گئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو حضرتؐ نے پھر اسی طرح سوال فرمایا پھر کسی نے جواب نہ دیا، تیسرے دن حضرتؐ نے پھر اسی طرح ارشاد فرمایا۔ اب بھی کوئی کچھ نہ بولتا تھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! نہ وہ فریضہ سونے سے متعلق ہے اور نہ چاندی سے، نہ کھانے سے متعلق ہے اور نہ پینے سے تب تو بہت سے لوگ بول اٹھے کہ تو حضور اسے بیان فرمائیں۔ ارشاد فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی یہ سن کر بہت سوں نے پختہ وعدہ کیا کہ ہم اس کی تعمیل کو حاضر ہیں۔ (اور ہم حاضر ہیں مگر) جناب امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ واللہ یہ وعدہ پورا صرف سات ہی آدمیوں نے کیا۔ سلمانؓ فارسیؓ، ابوذرؓ غفاری، عمارؓ یاسر، مقدادؓ ابن اسود کندی، جابرؓ ابن عبداللہ انصاری، آنحضرتؐ کا ایک غلام جس کا نام ثبیتہ تھا اور زیدؓ ابن ارقم۔ ۱۲

المحاسن میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم پروردگار عالم نے جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کی خاطر ان کے اہلبیتؑ کے بارے میں اپنے بندوں پر یہ ایک فریضہ قرار دیا ہے۔

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان جناب نے دریافت فرمایا کہ اہل بصرہ آیۂ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ ... فِی الْقُرْبٰی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کسی نے عرض کی کہ وہ کہتے ہیں کہ آیت جناب رسولؐ خدا کے عام خاندان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ جھوٹے ہیں یہ آیت تو خاص ہم اہلبیتؑ یعنی علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اصحاب کسا ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا جب یہ آیت قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ الخ نازل ہوئی تو اصحاب نے عرض کی یا رسولؐ اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کی موالات کا خدا تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا وہ علیؑ و فاطمہؑ اور ان دونوں کی اولاد ہیں۔

خود جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ حضرتؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ سورۂ حٰمٓ عٓسٓقٓ میں ہمارے بارے میں ایک آیہ ہے۔ ہماری مودّت کی حفاظت سوائے مومنین کے اور ملوک نہ کرسکیں گے۔ پھر حضرتؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

جناب رسولؐ خدا فرماتے ہیں کہ تمام انبیاءؑ کی خلقت مختلف درختوں سے ہوئی ہے لیکن میری اور علیؑ کی پیدائش ایک ہی درخت سے ہے۔ میں اس کی اصل ہوں اور علیؑ ابن ابیطالب اس کی شاخ ہیں۔ فاطمہؑ اس کے شگوفہ ہیں حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں۔ ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ پس جو کوئی اس کی شاخوں میں سے کسی شاخ کو مضبوط پکڑے رہے گا وہ نجات پائے گا اور جو اس سے الگ رہے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص صفا و مروہ کے مابین ایک ہزار برس خدا کی عبادت میں مشغول رہے پھر اور ایک ہزار برس عبادت کرے پھر اور ایک ہزار برس عبادت خدا بجالائے یہاں تک کہ سوکھ کر پرانی مشک کی مانند ہو جائے اور ہماری محبت و مودّت اس کے دل میں نہ ہو تو بھی خداوند عالم اسے نتھنوں کے بھل دوزخ میں گرائے گا۔ پھر ان جنابؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آیۂ مودت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا ائمہؑ (ہدیٰ) کی شان میں۔

الخصال میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص میری عترت سے محبت نہ رکھے تو وہ یا تو منافق ہے یا زنازادہ یا حالت حیض میں اس کی ماں حاملہ ہوئی ہے۔

جناب امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد ایک دن خطبہ میں جناب امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں ان اہلبیتؑ رسولؐ میں سے ہوں جن کی مودّت خدا نے تمام مسلمانوں پر فرض کی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی۔ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا۔ پس اقتراف حسنہ (نیکی کرنے) سے ہم اہلبیتؑ کی مودّت مراد ہے۔

جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ میں وہ قرابت دار ہوں جس کے صلہ کا خدا نے حکم دیا ہے اور اس کا حق بزرگ کیا ہے نیکیاں اسمیں قرار دی ہیں ہم اہلبیتؑ رسالت کی قرابت ہی وہ قرابت ہے جس کا حق ادا کرنا خدا تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض کر دیا ہے۔

عبد اللہ ابن عجلان کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی شان نزول دریافت کی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ فی القربیٰ سے وہ ائمہؑ مراد ہیں جو نہ صدقہ کھاتے ہیں اور نہ صدقہ ان پر حلال ہے۔

وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ط تفسیر مجمع البیان میں جناب امام حسنؑ مجتبیٰ سے منقول ہے کہ حضرتؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں ان اہلبیتؑ میں سے ہوں جن کی مودّت اللہ نے ہر مسلمان پر واجب کی ہے۔ پھر حضرتؑ نے یہ آیت قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا سے نَزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا تک تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اقتراف حسنہ یعنی کوئی نیکی لانے سے مراد ہم اہلبیتؑ کی مودّت ہے۔ کافی میں جناب امام محمد باقرؑ سے الاقتراف کے جو معنی منقول ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری بزرگی تسلیم کرنا، ہماری روایت صحیح صحیح پہونچا دینا، اور ہمارے برخلاف جھوٹ نہ بولنا۔ ۱۲

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ط

وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط تفسیر مجمع البیان میں عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے کہ جب جناب رسولؐ خدا مدینہ پہونچے اور اسلام مستحکم ہو گیا تو انصار نے آپس میں یہ کہا کہ آؤ ہم رسولؐ خدا کے پاس چلیں اور ان سے کہیں آپ کو بہت سے موقع پیش آتے رہتے ہیں لہٰذا ہمارے یہ مال حاضر ہیں انکے بارے میں جسطرح جی چاہے فیصلہ کیجئے آپکیلئے کوئی روک ٹوک نہیں چنانچہ وہ آئے اور یہ آیۂ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ الخ نازل ہوا۔ آنحضرتؐ نے ان کو پڑھ کر سنا دیا اور فرمایا کہ میرے بعد میرے اہلبیتؑ سے مودّت رکھنا۔ حضرتؐ کے پاس سے تو وہ اس قول کو تسلیم کر کے گئے مگر باہر نکل کر منافقوں نے یہ کہا کہ یہ بات تو انھوں نے یہیں بیٹھے بیٹھے گڑھ لی ہے۔ اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے رشتہ داروں کے آگے بھی ہمکو ذلیل رکھیں۔ اس پر آیت اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الخ نازل ہوئی حضرتؐ نے ان کو بلوایا اور وہ آیت سنائی تو بہت روئے اور غمگین ہوئے اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ الخ نازل کی۔ جناب رسولؐ خدا نے انھیں پھر بلایا اور خوشخبری سنائی اور اس کے بعد آیت وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ سنائی جس سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے حضرتؐ کے قول کو بخوشی قبول کر لیا۔ (نوٹ تبیّن کے متعلق ایک اور حدیث آخر میں آئے گی) کافی میں جناب امام محمد باقرؑ سے خدا تعالیٰ کے اس قول وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ کی تفسیر میں منقول ہے کہ ان سے مراد وہ مومن ہیں جو اپنے برادران ایمان کے لئے ان کے پیٹھ پیچھے دعا خیر کریں۔ ایسے شخص کے لئے فرشتہ آمین کہتا ہے اور خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ جو کچھ تو نے دوسرے کیلئے مانگا اس کا دو چند تیرے لئے منظور ہے۔ اور بوجہ اس کے کہ تو اس سے محبت رکھتا ہے تیری دعا بھی قبول ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ کے معنی ہیں ان لوگوں کے حق میں شفاعت جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ اور جنھوں نے دنیا میں مومنوں کے ساتھ احسان کیا ہوگا۔ ۱۲ لینوں میں بروایت جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء علیہ السلام منقول ہے کہ مہاجرین و انصار جمع ہو کر جناب رسولؐ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور کو مصارف کی ضرورت پڑتی ہے مہمان آپ کے در دولت پر حاضر ہوتے رہتے ہیں یہ ہمارے جان و مال حاضر ہیں بے تکلف جتنا جی چاہے اس میں سے لے لیجئے اور جتنا چاہے چھوڑ دیجئے۔ (کہ کچھ تو اجرت رسالت ہم سے ادا ہو جائے۔) پس جبرئیلؑ امین نازل ہوئے

اور عرض کی یا رسول اللہ! ان سے کہہ دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ رسالت کی کوئی مزدوری تم سے نہیں چاہتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابتداروں سے مودّت رکھو یہ سن کر
وہ لوگ چلے گئے۔ جب باہر نکلے تو منافقوں نے کہا جناب رسول خدا نے جو ہماری پیشکش قبول نہیں کی اس کا سبب بس یہ ہے کہ وہ اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کو ہمارا افسر بنا دیں
یہ بات تو انھوں نے بس یہیں بیٹھے بیٹھے گڑھ لی ہے۔ یہ قول ان کا بہت ہی بڑی بے ادبی تھا۔ اسی سبب سے یہ آیت خداوند عالم نے نازل فرمائی۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ
قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ
پس جناب رسول خدا نے ان کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگوں نے کچھ باتیں بنائی ہیں؟ سب نے عرض کی ہاں رسول اللہ ہم میں سے بعض نے کچھ ایسی باتیں کہی ہیں
جو ہم کو بہت ناگوار معلوم ہوئیں۔ رسول خدا نے وہ آیت تلاوت فرمائی جس کو سن کر وہ لوگ رونے لگے۔ پس خداتعالیٰ نے یہ آیت نازل کی هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ الخ۔

وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ: تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ اگر خداتعالیٰ اپنے سب بندوں کو وسعت دیدیتا تو سب ہی
بغاوت کرتے مگر اسے ایک دوسرے کا محتاج کر دیا ہے۔ اور اس طرح انکو قابو میں رکھا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میرے بندوں میں سے کوئی کوئی ایسا
بھی ہے جس کے مناسب حال دولتمندی ہی ہے اور اگر میں اس کو محتاج کر دوں تو اس کی خرابی آجائے گی۔ اور کوئی کوئی میرے بندوں میں ایسا بھی ہے اس کے مناسب
حال فقیری ہے۔ اور اگر میں اس کو غنی کر دوں تو اس کی خرابی آجائے۔ اس سے میں اپنے بندوں کی حالت جو میرے علم میں مناسب ہے اس طرح رکھتا ہوں اور اس کا
سبب یہ ہے کہ میں اپنے بندوں کی تدبیر اس علم کے موافق کرتا ہے جو ان کے دلوں کا مجھے حاصل ہے۔ ۱۲

فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ: کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ کسی رگ پٹھے کا پھڑک جانا، کسی پتھر کا لڑھک
جانا، کسی قدم کا پھسل جانا کسی لکڑی کی خراش آجانا یہ جو کچھ بھی ہوتا ہے کسی نہ کسی گناہ کی پاداش میں ہوتا ہے۔ اور جن گناہوں کو خدا معاف کرنا
چاہتا ہے بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے کہ دنیا میں ان کی سزا جلد مل جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ امر خداتعالیٰ کی جلالت شان سے بعید ہے کہ آخرت میں دوبارہ اس کی سزا دے تفسیر
قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا گیا تھا۔ بعد جناب رسول خدا کے علیؑ اور اہلبیتؑ پر جو کچھ گزری آیا یہ ان کے کسی فعل کی سزا تھی حالانکہ وہ اہلبیتؑ عصمت
وطہارت ہیں۔ فرمایا کہ جناب رسول خدا تو ہر گناہ سے معصوم تھے مگر ہر روز ہر شب سو سو مرتبہ استغفار پڑھا کرتے تھے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو خاص مصیبتوں کے ساتھ
آزمایا کرتا ہے تا کہ ان کے درجے بڑھائے۔ اس میں گناہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ۱۲

وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۞ تفسیر صافی میں ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خداتعالیٰ نے مومنین کے لئے اس بات کو
مکروہ سمجھا ہے کہ وہ ذلت اختیار کریں اور ان کو بعد اس کے کہ ان کی اور اعلیٰ صفات بیان کی ہیں شجاعت سے بھی موصوف قرار دیا ہے۔ اور ان کی
یہ صفت معاف کرنے کی صفت کے منافی نہیں ہے کیونکہ معافی کی صفت تو یہ ظاہر کرتی ہے کہ جس کو معاف کیا وہ کمزور تھا۔ اور بدلہ لینے کی صفت یہ ظاہر کرتی ہے کہ دشمن کا خوب
مقابلہ کیا۔ کمزور کے بارے میں تو بردباری قابل تعریف ہے۔ مگر زبردست بننے والے کے مقابلے میں مذموم ہے اس لئے کہ ایسے موقع پر بردباری کرنا اس کو کمزوروں کے
ستانے کے لئے اور جری کر دیگا۔ ۱۲

جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ: تفسیر صافی میں ہے کہ بدی کے بدلے کو بھی بدی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ایک تو مقابلہ کے لحاظ سے اور دوسرے اس
لحاظ سے کہ جس پر وہ فعل واقع ہوگا۔ اسے بہر حال برا لگے گا۔ یہ آیت بدلہ لینے میں زیادتی کرنے سے روکنے والی ہے۔ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ تفسیر
مجمع البیان میں جناب رسول خدا سے منقول ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ جس شخص کا اجر خدا کے ذمّے ہے وہ جنت میں چلا جائے۔ اس پر کہا جائیگا کہ
وہ کون کون ہیں جن کا اجر خدا پر ہے؟ جواب ملے گا جنھوں نے لوگوں کا قصور معاف کر دیا ہو گا وہ بحساب داخل جنت ہوں گے۔ کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے
کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تم کو معافی کا التزام چاہیے کہ معافی دینے سے بندہ کی عزت بڑھتی ہے پس معاف کرتے رہو کہ خداتعالیٰ تمھیں عزت دے۔ ۱۲

وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ: الخصال میں جناب امام زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ اس شخص کا حق جو تمھارے ساتھ بدی کرے یہ ہے کہ تم اسے
معاف کر دو اور اگر تم کو یہ معلوم ہے کہ معاف کرنا ضرر پہونچائے گا تو بدلہ لے لو۔ جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ: اور جناب امام جعفر صادقؑ سے بروایت اپنے آبا و اجداد سے منقول ہے کہ تین ایسے ہیں کہ اگر تم ان کو دبا کر نہ رکھو گے تو وہ تم پر ظلم
کریں گے۔ ایک تو کمینے لوگ دوسرے زوجہ تیسرے غلام۔ ۱۲

قول مترجم: اس آیت میں لفظ انسان جمع اور مفرد دونوں طرح مستعمل ہوا ہے۔ ۱۲

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے علم کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا کہ آیا وہ کوئی ایسی چیز ہے جسے عالم لوگوں کی زبان سے سیکھ لیتا ہے یا
وہ آپ حضراتؑ کی کسی کتاب میں کہ آپ حضراتؑ اسے پڑھ لیتے ہیں اور اس سے حاصل کر لیتے ہیں؟ فرمایا اصل امر اس سے زیادہ عظیم اور اس
زیادہ ضروری ہے۔ آیا تو نے خداتعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا۔ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ
پھر فرمایا کہ بیشک کسی وقت میں آنحضرتؐ ایسی حالت میں تھے کہ کتاب و ایمان کی حقیقت سے واقف نہ تھے یہاں تک کہ خداتعالیٰ نے وہ روح جسکا ذکر اپنی کتاب میں
کیا ہے بذریعہ وحی انھیں پہونچا دی۔ پس جس وقت وہ روح ان کو پہونچ گئی تو اس کے ذریعہ سے علم و فہم سب کچھ حاصل ہو گیا اور یہ روح وہ ہے جو خداتعالیٰ جسے
جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور جس بندے کو عطا فرما دیتا ہے اسی کو فہم حاصل ہو جاتا ہے۔ ۱۲

وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ: تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ نور سے مراد علیؑ مرتضیٰ ہیں۔ اور علیؑ وہ نور ہیں جن کے
ذریعہ سے خداتعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت فرما دیتا ہے۔ ۱۲

اِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ: تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تو جس کو چاہتا ہے ولایت علیؑ کی ہدایت فرما دیتا ہے۔ اور صراط مستقیم سے مراد علی مرتضیٰؑ ہیں۔ ۱۲

صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ الخ: جناب امام محمد باقرؑ نے فرمایا صِرَاطِ اللّٰہِ سے مراد علی مرتضیٰؑ ہیں، جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانوں کی زمین کی کل چیزوں پر خزینہ ولید وامین مقرر فرمایا ہے۔ ۱۲

اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ: کافی میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک قرآن مجید سمندر میں گر گیا تھا اور وہ پھر مل گیا تو اس میں سے سوائے اس آیت کے اور سب کچھ مٹ گیا تھا۔ ۱۲

لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ: تفسیر قمی میں ہے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ائمہ دنیا میں پھر تشریف لائیں گے۔ ۱۲

لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ: تفسیر صافی میں ہے کہ اس آیت میں اَلْقَرْیَتَیْنِ سے مراد ہیں کہ مکہ و طائف اور رَجُلٍ عَظِیْمٍ سے مراد ہے صاحب مال اور رتبہ والا جیسے مکہ میں ولید ابن مغیرہ تھا۔ اور طائف میں عروہ ابن مسعود ثقفی۔ مطلب ان لوگوں کے کہنے کا یہ تھا کہ رسالت ایک بہت بڑا منصب ہے۔ یہ بڑے ہی آدمی کے لئے زیبا ہو سکتا ہے اور وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ یہ روحانی رتبہ ہے اور ایسے بڑے نفس کے لئے زیبا ہے جو کمالات قدسیہ اور فضائل سنیہ سے آراستہ ہو۔ نہ یہ کہ دنیا کی آرائش بہت سی رکھتا ہو۔ ۱۲ (احتجاج طبرسی اور تفسیر امام میں جناب رسول خدا کی روسائے قریش سے بحث ضمیمہ سے ملکیر)۔ ۱۲ جو پارہ پندرہ میں گزر گیا ہے۔

لَوْلَآ اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ..... تا ..... وَزُخْرُفًا: تفسیر صافی میں ہے کہ لَوْلَآ اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً کا یہ مطلب ہے کہ کافروں کو وسعت و نعمت کی حالت میں دیکھ کر اگر لوگ بوجہ محبت دنیا کفر کی طرف رغبت نہ کر بیٹھتے تو جو کچھ اس آیت میں آگے مذکور ہے وہ ہم کرتے تفسیر قمی میں ہے اُمَّةً وَّاحِدَةً سے ایک مذہب مراد ہے اور زُخْرُفًا سے ایسا مکان مراد ہے جو سونے سے آراستہ کیا گیا ہو اور جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے کفار کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہوتا جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے تو کوئی بھی ایمان نہ لاتا مگر اب تو اس نے بعض کو مومنین میں سے امیر قرار دیا ہے اور بعض کو کافرین میں سے فقیر اور اسی طرح بعض کو مومنین میں سے فقیر قرار دیا ہے اور بعض کو کفار میں سے امیر۔ پھر اس کے بعد ان کا امر و نہی و صبر و رضا میں امتحان بھی لیا ہے۔ ۱۲

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَنَا ..... تا ..... فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ ۝ تفسیر صافی میں ہے کہ جَآءَنَا کی قرات جَآءَانَا (بہ تثنیہ) بھی آئی ہے۔ اور اس میں دو آنے والوں سے مراد ایک تو ذکر خدا سے آنکھیں بند کر لینے والے ہیں اور دوسرا شیطان۔ تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے یہ دونوں آیتیں یوں اتری تھیں حَتّٰٓی اِذَا جَآءَانَا اس سے مراد ہیں اول و ثانی کہ جب ان میں ایک دوسرے کو دیکھے گا قَالَ تو یہ کہے گا یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ۝ پس خدا تعالیٰ اپنے نبی سے فرمائے گا قُلْ یعنی تم اول و ثانی سے اور ان دونوں کے پیروؤں سے کہہ دو وَلَنْ یَّنْفَعَکُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّھُمْ اَنَّکُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ ۝ (جب تم آل محمدؐ پر ان کے حق کے بارے میں ظلم کر چکے ہو تو یہ (تمہاری حسرت) تم کو آج کوئی نفع نہ پہونچائے گی (احد) عذاب میں تم ضرور ایک دوسرے کے شریک رہو گے۔) ۱۲

فَاِمَّا نَذْھَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنْھُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝ تفسیر مجمع البیان میں روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول خدا نے جب وہ کچھ دیکھا جو کچھ ان کی امت پر ان کے بعد ہونے والا تھا تو آنحضرتؐ اس دن سے چپ چپ رہے اور کبھی نہ ہنسے یہاں تک کہ دنیا سے کوچ فرمایا۔ اسی تفسیر میں ہے جابرؓ ابن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ کے مقام میں میں رسول خدا کے پاس سب سے زیادہ قریب تھا۔ پس آنحضرتؐ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تم سے اس حالت میں ملاقات کروں گا کہ تم میرے بعد کافر ہو جاؤ گے۔ اور ایک دوسرے کی گردن مارو گے۔ اور خدا کی قسم اگر تم ایسا کرو گے تو تم مجھ کو اس گروہ میں پاؤ گے جو تم کو مارے گا۔ پس پھر پشت نظر فرمائی اور تین مرتبہ فرمایا کہ علیؑ تم کو ماریں گے۔ پس ہم دیکھ رہے تھے کہ گویا جبرئیلؑ آنحضرتؐ کو اشارہ کر رہے ہیں کہ اس کے بعد ہی خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فَاِمَّا نَذْھَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنْھُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ بِعَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍؑ۔ یہ مطلب ہے کہ اے رسولؐ جب ہم تم کو مکہ سے مدینہ لے جائیں گے۔ اور فَاِنَّا مِنْھُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ کا یہ مطلب ہے کہ پھر ہم تم کو مکہ میں واپس لائیں گے اور علیؑ ابن ابیطالب کے ذریعہ سے ہم ان کفار سے انتقام لیں گے۔ (اس مضمون کی کچھ حدیثیں سورۂ مومنون میں بھی بیان ہو چکی ہیں)۔ ۱۲

اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ: تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ولایت علیؑ پر قائم ہو اور علیؑ صراط مستقیم ہیں۔ ۱۲

وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ الخ: کافی میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ ہم ہی آنحضرتؐ کی قوم ہیں اور ہم ہی سے سوال کیا جائے گا۔ اور جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں ہم مراد لئے ہیں۔ پس ہم ہی اہل ذکر ہیں اور ہم ہی سے ہمارے ہی بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ۱۲

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا: کافی اور تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام محمد باقرؑ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا کہ جناب رسول خدا نے سوال کس سے کیا تھا۔ حالانکہ ان کے اور جناب عیسیٰؑ کے درمیان پانچسو برس کا فصل ہے تو آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا الخ۔ پھر فرمایا کہ ان آیات میں جو خدا تعالیٰ نے اس شب جناب رسول خدا کو دکھلائیں یہ بھی تھی کہ خدا تعالیٰ آنحضرتؐ کو بیت المقدس لے گیا۔ اور ان کی خاطر سے تمام انبیاء و مرسلین اولین و آخرین کو جمع فرمایا پس جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ انہوں نے اذان و اقامت کہی جس میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ بھی تھا۔ پھر جناب رسول خدا نے آگے کھڑے ہو کر سب کو نماز پڑھائی۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا الخ پس آنحضرتؐ نے ان سے سوال فرمایا کہ تم کس امر کی گواہی دیتے

ہے اور کس کی عبادت کرتے رہیے ؟ انھوں نے عرض کی تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ اسی پر ہم سے عہد و پیمان لیا گیا۔ اور اس کے ہم پابند رہے ہیں۔ احتجاج طبرسی میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک جزو یہ بھی ہے۔ اب رہا خداتعالیٰ کا یہ قول وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا ۔ یہ ہمارے نبی کی ان دلیلوں میں سے ہے جو خداتعالیٰ نے آنحضرتؐ کو عطا فرمائیں تھیں۔ جن کے ذریعہ سے ان کو تمام مخلوق پر حجت قرار دیا گیا تھا۔ وجہ اس کی یہ کہ جب خداتعالیٰ نے آنحضرتؐ پر نبوت کو ختم کر دیا اور آنحضرتؐ کو ساری امتوں اور کل ملتوں کے لئے رسولؐ قرار دیا تو آپ کو یہ خصوصیت بھی عطا فرمائی کہ معراج کے وقت آپکو آسمان پر بلایا اور آپ کی خاطر سے اس موقع پر کل انبیاءؑ کو جمع فرمایا کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کن کن احکام کے ساتھ بھیجے گئے تھے اور خداتعالیٰ کے کن کن معجزات کے۔ کن کن دلائل کے اور کن کن عظمتوں کے وہ حامل رہے تھے۔ پس ان سب نے آنحضرتؐ کی فضیلت کا بھی اقرار کیا اور ان اوصیاء حجت ہائے خدا کی فضیلت کا بھی اقرار کیا جو ان کے بعد ہونے والے تھے۔ اور مومنین و مومنات میں سے جو آنحضرتؐ کے وصی کے شیعہ ہونے والے تھے ان کی فضیلت کا بھی اقرار کیا۔ اس لئے کہ وہ فضیلت والے کی فضیلت تسلیم کریں گے جو حکم ان کو دیا جائے گا اس کی تعمیل میں غرور و تکبر کو راہ نہ دیں گے۔ اور وہ پیغمبر یہ خوب جانتے تھے کہ ان کی امتوں میں سے کس کس نے ان کی اطاعت کی اور کس کس نے ان کی نافرمانی کی۔ وہ ان کو بھی جانتے تھے جو سیدھی ڈگر پر چلے گئے۔ اور ان کو بھی جنھوں نے تغیر کیا یا احکام خدا کو آگے پیچھے کر دیا۔

لیکن خداتعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ایسا بنایا کہ وہ اپنے ارادوں میں تو پورے قوی ہیں اور ظاہری آنکھیں ان کے حالات کو ضعیف دیکھتی ہیں۔ مگر قناعت کے ساتھ ان کے دل بھی غنی ہیں اور ان کی نظریں بھی گو وہ بھوکے ہوں اور انھیں بہت سی ناگوار باتیں سننی اور دیکھنی پڑیں۔ اور اگر انبیاءؑ ایسے قوی ہوتے جن سے کوئی سربرہی نہ ہو سکتا اور ایسے بڑے ملک کے مالک ہوتے جن کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھا کرتیں اور جن کے پاس دور دور سے لوگ اپنی اغراض لے کر آیا کرتے تو یہ بات مخلوق خدا میں بحیثیت عبرت بہت ہی سُبک ہو جاتی۔ اور ان کو اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے کوئی لذت پیش نہ آتی۔ پس جو لوگ بھی ایمان لاتے یا تو ان کے خوف و غلبہ سے لاتے یا اس خواہش کے سبب جو ان کی طرف مائل کرنے والی ہوتی۔ اسی طرح بدیاں بھی مشترک ہوتیں اور نیکیاں بھی بٹی ہوئی۔ لیکن خداتعالیٰ نے تو یہ چاہا کہ اس کے رسولوںؑ کی پیروی اور اس کی کتابوں کی تصدیق اور اس کی ذات کے لئے خضوع و خشوع اور اس کے احکام کی قبولیت اور اس کی عبادت کے لئے تیاری ایسے خاص امور ہوں جن میں اور کسی قسم کا شائبہ شریک ہی نہ ہو اور چونکہ یہ امتحان عظیم الشان اور یہ اختیار بڑا اختیار تھا لہٰذا اس کے لئے ثواب اور جزا بھی بہت ہی بڑی قرار دی۔ ۱۲

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ : کافی اور التوحید میں جناب امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ خدا تبارک و تعالیٰ اس طرح غضبناک نہیں ہوتا جس طرح ہم (بنی نوع انسان غصہ ہوتے ہیں) لیکن اس نے اپنے خاص دوست پیدا کئے ہیں جو غصہ بھی ہوتے ہیں اور راضی بھی اسی نے ان کو پیدا کیا ہے اور وہی ان کی پرورش کرتا ہے۔ پس اس نے ان کی رضامندی کو اپنی ذات کی رضامندی اور ان کے غصہ کو اپنا غصہ قرار دیا ہے یہ اس وجہ سے کہ اس نے ان کو اپنی طرف بلانیوالا اور اپنی ذات کی پہچان بتلانے والا مقرر فرمایا ہے۔ اسی سے ان کو یہ منزلت حاصل ہو گئی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا کو خوشی اور رنج اسی طرح پہونچا ہے جس طرح اسکی مخلوق کو۔ بلکہ جہاں ایسے ظاہری الفاظ آ گئے ہیں ان کا مطلب یہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ نیز اس نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی دوست کی اہانت کی تو گویا وہ خود مجھ سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں اترا اور اس نے مجھکو جنگ کے لئے بلایا۔ اسی طرح فرماتا ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ نیز یہ بھی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ : (بہ تحقیق جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ گویا خدا سے بیعت کرتے ہیں) اس قسم کے کل کلام اسی انداز پر ہیں جو میں بیان کر چکا۔ یہی حالت رضا و غضب وغیرہ اور کل کیفیتوں کی ہے جو ان سے مشابہ ہیں کہ اگر پیدا کرنے والے کو رنج و تعب وغیرہ پہونچ سکتا حالانکہ وہی ان کیفیتوں کا پیدا کرنے والا بھی ہے تو کہنے والوں کو یہ موقع ملتا کہ اس پیدا کرنے والے کو کسی دن موت بھی آ جائے گی۔ اس لئے کہ جب اس کو غصہ غضب آیا تو اس میں تغیر پیدا ہوا اور جس میں تغیر نے دخل پایا وہ ہلاکت سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو خالق و مخلوق میں اور قادر و مقدور میں کوئی امتیاز نہ رہتا۔ خداتعالیٰ کی شان اس سے بہت بڑھی ہوئی ہے کہ اس کی جناب میں ایسی باتیں کہی جائیں۔ وہ چیزوں کا خالق ضرور ہے مگر کسی حاجت اور ضرورت سے نہیں۔ پس جب اسے بے غرض و حاجت پیدا کیا ہے تو اس کا محدود کرنا اور کیفیت قرار دینا محال ہو جائے۔ پس اسی میں غور کرنے سے انشاء اللہ یہ شبہہ دور ہو جائے گا۔ ۱۲

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ : تفسیر قمی میں حضرت سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ ایک موقع پر جناب رسولؐ خدا اپنے اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں تمھارے پاس وہ شخص آئے گا جو عیسیٰؑ ابن مریمؑ سے مشابہت رکھتا ہے پس جو لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کوئی اٹھ کر باہر گیا اس غرض سے کہ آنے والا وہی بن جائے۔ مگر جناب علیؑ ابن ابیطالبؑ تشریف لے آئے تو ایک شخص نے اپنے خاص خاص یاروں سے کہا محمدؐ کا ہم پر علیؑ کے فضیلت دینے سے کسی طرح پیٹ ہی نہیں بھرتا یہاں تک کہ ان کو عیسیٰؑ ابن مریمؑ سے بھی تشبیہ دے دی۔ واللہ علیؑ سے تو وہ بت تک افضل ہیں جنھیں ہم زمانۂ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس مجلس میں یہ آیتیں نازل فرمائیں وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَضِجُّوْنَ اسے بدل کر یاروں نے يَصِدُّوْنَ کر دیا۔ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ اِنْ عَلِيٌّ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ پس اس موقعہ سے ان حضرتؑ کے اسم مبارک کو علٰحدہ کر کے بجائے اس کے ضمیر هُوَ داخل کر دی ہے۔ ۱۲ کافی میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ تشریف رکھتے تھے کہ یکایک حضرت امیرالمومنین علیہ السلام وارد ہوئے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ اے علیؑ! تم کو عیسیٰؑ بن مریمؑ سے ایک قسم کی مشابہت ہے اور اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت میں سے بعض گروہ تمھارے بارے میں ویسا ہی کچھ کہنے لگیں گے جیسا کہ نصاریٰ عیسےٰؑ ابن مریمؑ کے بارے میں کہتے ہیں تو آج میں تمھاری شان میں ایک ایسی بات کہتا کہ اس کے بعد جس گروہ کی طرف سے تمھارا گزر ہوتا وہ لوگ تمھاری خاک قدم کو متبرک سمجھ کے اٹھا لیا کرتے۔ آنحضرتؐ کا یہ کلام دو جنگی بدوؤں اور مغیرہ ابن شعبہ اور ایک جماعت قریش کو ناگوار معلوم ہوا۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ ان کا دل کسی بات سے سیر ہی نہیں ہوتا اب تو انھوں نے اپنے ابن عم کو عیسےٰؑ بن مریمؑ سے تشبیہ دے دی۔ پس خداتعالےٰ نے اپنے رسولؐ کے پاس یہ آیت بھیجی۔ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؕ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝ آخری آیت میں جو خداتعالےٰ نے فرمایا ہے لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ یہ خطاب بنی ہاشم سے ہے۔ ابو بصیر راوی

حدیث کا بیان ہے۔ کہ حرث ابن عمرو فہری کو یہ سن کر غصہ آیا اور اس نے یہ کہا کہ یا اللہ! اگر یہ بات تیری ہی طرف سے ہے اور برحق ہے کہ بنی ہاشم اس طرح ایک دوسرے کے وارث ہوتے رہیں جیسا کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ ایک ہرقل کے بعد دوسرا ہرقل وارث ہوتا رہتا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم کو کوئی دردناک عذاب دے۔ خدا تعالیٰ نے حرث کا یہ مقولہ بھی نازل فرمایا اور اس کے ساتھ ہی یہ آیت بھی نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اس وقت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرو! یا تو توبہ کر لے اور یا یہاں سے چل دے۔ چنانچہ اس نے اپنی سواری منگائی۔ سوار ہوا اور جیسے ہی شہر مدینہ کے باہر نکلا ایک پتھر آسمان سے اس پر گرا جس نے اس کی کھوپڑی کے پرچخے اڑا دیے۔ اس وقت آنحضرتؐ نے ان منافقین سے جو آنحضرتؐ کے آس پاس تھے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنے یار کی حالت دیکھ آؤ۔ اس نے خدا سے جس عذاب کی دعا کی تھی وہ اس پر آپڑا وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝

المناقب میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس دروازے سے تمھارے پاس ایک ایسا شخص آئیگا جو ساری مخلوقات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت ہی مشابہ ہے (چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد) جناب علی مرتضیٰ تشریف لائے تو منافق آنحضرتؐ کے اس قول پر ہنسے اسی پر یہ آیتیں وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ سے لیکر فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝ تک نازل ہوئیں۔

تفسیر مجمع البیان میں خود جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے وہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آنحضرتؐ کو ایک گروہ قریش میں بیٹھا پایا جونہی آنحضرتؐ کی نظر مجھ پر پڑی دونہی ارشاد فرمانے لگے کہ اے علیؑ تمھاری مثل اس امت میں عیسیٰ بن مریم کی سی ہے۔ کہ ایک گروہ نے ان سے محبت کی وہ اس محبت میں حد سے بڑھ گئے۔ اسی سے گمراہ ہوئے اور ایک گروہ نے ان سے عداوت کی وہ اس عداوت میں حد سے بڑھ گئے۔ اسی سے گمراہ ہو گئے اور ایک گروہ نے ان کے بارے میں میانہ روی اختیار کی انھوں نے نجات پائی۔ آنحضرتؐ کا یہ مقولہ ان قریشیوں پر بہت ہی گراں گذرا اپنی جگہ جا کر بہت ہی ہنسے کہنے لگے کہ (انھیں ہو کیا گیا ہے) اب تو علی ابن ابیطالب کو یہ رسولوں اور نبیوں سے تشبیہ دینے لگے۔ اسی پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

التہذیب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے غدیر کے دن پڑھنے کی جو دعا مروی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ فَقَدْ اَجَبْنَا دَاعِيَكَ النَّذِيْرَ الْمُنْذِرَ مُحَمَّدًا عَبْدَكَ وَرَسُوْلَكَ اِلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اِلَّذِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ وَجَعَلْتَهٗ مَثَلًا لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَوْلَاهُمْ وَوَلِيُّهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ يَوْمِ الدِّيْنِ فَاِنَّكَ قُلْتَ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِبَنِيْٓ اِسْرَاءِيْلَ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ ۝

ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم مجمع اصحاب میں رونق افروز تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عنقریب تمھارے پاس وہ شخص آئیگا جو میرے وقت میں عیسیٰ ابن مریم کی نظیر ہے۔ اتنے میں ابوبکر آیا۔ اصحاب نے عرض کی آیا یہ وہی شخص ہے؟ آنحضرت نے جواب دیا نہیں! پھر عمر بن خطاب حاضر ہوا۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو وہی ہے؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا نہیں۔ پھر علیؑ ابن ابیطالب وہاں آئے اصحاب نے کہا یا رسول اللہ یہ وہی ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں (یہی نظیر عیسیٰ ابن مریم ہیں) اصحاب نے عرض کی آپ کے اس قول سے تو لات و عزّے کی پرستش ہم پر زیادہ آسان ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا الخ۔

ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں ایک دن چند آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے محمد! عیسیٰ ابن مریم مردوں کو زندہ کرتے تھے آپ بھی ہمارے کسی مردہ کو زندہ کر دیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم لوگ کس کا زندہ ہونا چاہتے ہو؟ کہنے لگے ہماری قوم کا فلاں شخص چند روز ہوئے کہ مر گیا ہے اس کو جلا دیجئے۔ یہ سن کر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو طلب فرمایا اور کان میں کوئی ایسی بات کہدی جسے ہم بالکل نہ سمجھے پھر حکم دیا اے علیؑ ان لوگوں کے ساتھ جاؤ اور اس کا نام و لدیت لیکے پکارنا۔ پس جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور آواز دی فلاں ابن فلاں یہ آواز سنتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے اس سے جو کچھ پوچھنا تھا دریافت کیا۔ وہ پھر اپنی قبر میں لیٹ گیا وہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے اور آپس میں کہتے تھے یہ تو اولاد عبد المطلب میں عجیب شخص ہے۔ پس خدا نے آیت بھیجی وَلَمَّا ضُرِبَ الخ۔

عبد الرحمن ابن ابو لیلےٰ سے مروی ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس امت میں عیسیٰ ابن مریم کی مثال ہوں۔ کہ ان کی محبت میں ایک قوم نے غلو کیا یعنی حد سے بڑھ گئے پس وہ گمراہ ہو گئے۔ اور ایک گروہ نے ان سے سخت عداوت رکھی وہ بھی گمراہ ہو گیا۔ اور کچھ لوگوں نے میانہ روی اختیار کی انھوں نے نجات پائی۔

دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ اس کا نزول مختلف لغات میں ہونا ثابت ہے۔ ۱۲

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝ تفسیر صافی میں ہے کہ انھوں نے حق کے جھٹلانے کا اور اس کے رد کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور اس سے فقط کراہت ہی پر بس نہیں کرتے تو ہم بھی ان کو سزا دینے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔ ۱۲

وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اس معاہدہ کی خبر دیتی ہے جو منافقین کے سرگروہوں نے کعبہ میں بیٹھ کر کیا تھا کہ امر خلافت کو اہلبیت رسولؐ میں نہ جانے دیں گے۔ (اس کا مفصل بیان سورۂ محمدؐ میں آئے گا) تفسیر صافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ یہ آیت انہی معاہدہ کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ۱۲

فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ تفسیر قمی میں ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات سے پہلا نفرت کرنے والا کہ خدا تعالیٰ کے کوئی بال بچہ ہو میں ہوں۔ احتجاج طبرسی میں جناب امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا اول انکار کرنے والا کہ خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی بال بچہ ہو میں ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے اس قول کی تاویل یہ ہے کہ اس کا باطن ظاہر کی بالکل ضد ہے۔ ۱۲

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ : تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقرؑ اور جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ اَنْزَلْنٰهُ کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن مجید نازل کیا اور لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے مراد شب قدر ہے تفسیر قمی میں انہی دونوں حضراتؑ سے اور جناب موسیٰ کاظم

اسی طرح منقول ہے بلکہ اتنا زیادہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن مجید یکجا شب قدر میں بیت المعمور میں نازل فرما دیا۔ پھر بیت المعمور سے بیس برس کی مدت میں جناب رسول خدا کے پاس جستہ جستہ پہونچا۔ قول مترجم :۔ تین برس وحی نہیں آئی۔ ۱۲ اور اہل تشیع کی مختلف کتابوں میں جو احادیث اور تاریخ و سیر سے متعلق ہیں جو جو کچھ لکھ گیا ہے اس کا حاصل یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ابتداءً فقط مسئلہ توحید ان لوگوں کے ذہن نشیں کرنا مقصود تھا جن کے دلوں میں ایک کی جگہ تین سو ساٹھ گھسے ہوئے تھے۔ جب یہ شک دور ہو گیا اور توحید کے رنگ نے اپنا رنگ پکڑ لیا تب کلام خدا کا سلسلہ جاری ہوا اور اس نے بیس برس میں رفتہ رفتہ اور جستہ جستہ تمام دنیا اور آخرت کی خوبیوں کے مقصود و قوانین مخلوق خدا کے لیے بہم پہونچا دیے۔

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ تفسیر صافی میں ہے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ شب قدر میں خدا تعالیٰ ہر امر کا اندازہ فرما لیتا ہے۔ جو جو کچھ اس سال میں ہونے والا ہے وہ حق ہو خواہ باطل مگر بدا اور مشیت کا حق اس کو حاصل ہے۔ کہ اجل و رزق، بلا و مصائب اور اعراض و امراض میں سے جس جس کو چاہتا مقدم کر دیتا ہے۔ اور جس جس کو چاہتا ہے مؤخر فرما دیتا ہے۔ اور جس میں چاہتا زیادتی کر دیتا ہے اور جس میں چاہتا کمی فرما دیتا ہے۔ جناب رسول خدا سے ہر طرح کی خبر جناب علی مرتضیٰ کو پہونچی ہے۔ اور ان حضرت سے اور آئمہ کو یہاں تک کہ جناب صاحب الزماں تک منتہی ہوتی ہے مگر ہر خبر میں برا مشیت اور تقدیم و تاخیر مشروط ہوتی ہے (یعنی اختیار خدا کسی وقت باطل نہیں ہوتا) ۔ ۱۲ کافی میں یعقوب ابن جعفر ابن ابراہیم سے منقول ہے کہ ہم موضع عریض میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک مرد نصرانی ان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور آتے ہی عرض کرنے لگا کہ میں آپ کی خدمت میں دور و دراز کے ملک سے سفر کی مشقتیں سہتا ہوا حاضر ہوا ہوں۔ تیس برس ہوتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ سے برابر یہ دعا مانگتا رہا کہ جو بہتر سے بہتر دین ہو اس کی مجھے ہدایت فرما دے اور بندوں میں جو سب سے بہتر ہو اور سب سے زیادہ علم والا ہو اس تک مجھے پہونچا دے نتیجہ یہ ہوا کہ خواب میں کسی نے مجھ سے یہ کہا کہ دمشق کے بالائی حصہ میں ایک شخص ایسا ایسا رہتا ہے (تو اس کے پاس جا) چنانچہ میں گیا۔ اس کے پاس پہونچا۔ اس سے باتیں کرنے کی نوبت آئی تو اس نے کہا یہ کہ میں اپنے دین والوں میں تو سب سے زیادہ عالم ہوں مگر مجھ سے زیادہ علم والے اور دینوں میں موجود ہیں تو میں نے یہ کہا کہ جو شخص آپ سے علم میں زیادہ ہے اس کا پتہ مجھے بتا دیجئے اس لئے کہ نہ تو میں اس سفر کی کوئی حقیقت سمجھتا ہوں اور نہ اس مشقت کو مشقت گردانتا ہوں۔ میں نے انجیل پوری پڑھی ہے داؤد علیہ السلام کی مناجاتیں سب ختم کی ہیں۔ توریت کے بھی چار جزو پڑھے ہیں اور ظاہر قرآن کو بھی بالاستیعاب (پورا پورا) پڑھ چکا ہوں۔ تو اس وقت مجھ سے اس عالم نے یہ کہا کہ اگر تو دین مسیحی کے علم کا طلبگار ہے تو تمام عرب و عجم میں مجھ سے زیادہ اس کا عالم کوئی نہیں۔ اور اگر تجھے علم یہودیت درکار ہو تو اس زمانہ میں باطیٰ بن شرحبیل السامری تمام آدمیوں سے اس کے علم میں بڑھا ہوا ہے۔ اور اگر تیرا مطلب یہ ہو کہ علم اسلام بھی رکھتا ہو اور علم توریت بھی اور علم انجیل بھی اور علم زبور بھی اور علم کتاب ہود بھی (رکھتا ہو) اور جو کچھ بھی اللہ نے انبیاء میں سے کسی نبی پر تیرے زمانہ میں نازل کیا ہو یا تیرے غیر کے زمانے میں (اس کا بھی علم رکھتا ہو) اور جو خبر بھی خدا تعالےٰ نے آسمان سے نازل فرمائی ہو (اس کا بھی علم رکھتا ہو) تو یہ تو خدا نے ایک ہی کو سکھایا ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں دیا اس کے پاس ہر چیز کا کھلا بیان اور تمام عالموں کے لئے شفا اور جو راحت حاصل کرنا چاہے اس کے لئے راحت اور جس کی بہتری خدا کو منظور ہو اس کے لئے بصیرت اور حق سے مانوس ہو جانے کا ذریعہ موجود ہے اور میں تجھے اس کا پتہ دے سکتا ہوں۔ اس کے پاس تجھے اپنے پاؤں سے چل کے جانا چاہیئے۔ اور اگر تجھ سے یہ نہ ہو سکے تو گھٹنوں چل کے جائیو اور اگر یہ بھی تجھ سے ممکن نہ ہو تو کولھوں کے بھل کھسکیو اور اگر یہ بھی تیری قدرت سے خارج ہو تو منھ کے بھل چل کے جائیو۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ اس کی ضرورت نہیں میں انشاءاللہ چلنے پر قادر ہوں۔ اپنے جسم کو تعب میں ڈال کر اور اپنا مال خرچ کر کے جاؤں گا۔ تو اس نے کہا کہ بس ابھی چل دے اور یثرب پہونچ جا۔ میں نے کہا میں تو یثرب کو نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ جا تو سہی اس نبی کے شہر میں چلا جا جس پر اور جس کی اولاد پر خود خدا نے درود بھیجا۔ جو عرب میں مبعوث ہوا۔ وہی نبی عربی و ہاشمی ہے۔ جب تو ان کے شہر میں پہونچ جائے تو بنی غنم بن مالک بن نجار کا پتہ پوچھ لیجیو۔ اس کا گھر اس شہر کی مسجد کے دروازے کے قریب ہی ہے۔ اب تو وہاں اپنی صورت نصرانیوں کے مخالفوں کی سی بنا لیجیو اور جو خاص نصرانیت کی آرائش کی چیزیں ہیں انھیں چھپا لیجیو اس لئے کہ اس زمانہ کا والی شہر نصرانیوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے۔ اور خلیفہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے پھر بنی عمرو ابن مبذول کا گھر پوچھیو وہ بقیعہ زبیر میں واقع ہے۔ پھر وہاں سے موسے ابن جعفر علیہما السلام کا حال پوچھیو اور یہ بھی کہ ان کا مکان کہاں ہے؟ اور یہ بھی کہ آیا وہ اس وقت سفر میں گئے ہوئے ہیں یا وطن ہی میں موجود ہیں۔ تو اگر وہ سفر میں گئے ہوئے ہوں تو تو ان سے وہیں جا ملیو اس لئے کہ جتنا سفر تو کر کے جائے گا اس سے ان کا سفر کہیں کم ہوگا۔ جب حاضر خدمت ہو جائے تو ان سے یہ عرض کر دیجیو کہ دمشق کے کھادر یعنی بالائی کھادر کا رہنے والا مطران وہ شخص ہے جس نے مجھے حضور کا پتہ بتلایا ہے اور وہ حضور کی خدمت میں بہت بہت سلام عرض کرتا ہے اور یہ بھی اس نے عرض کیا ہے کہ میں اپنے پروردگار سے زیادہ مناجات کرنے میں یہ بھی عرض کیا کرتا ہوں کہ آپ کے دست مبارک پر بہ اسلام ہوں۔ اتنا کہہ کر اس نصرانی نے کھڑے کھڑے اپنے عصا پر ہاتھ ٹکائے ٹکائے عرض کیا۔ اس کے بعد اس نے یہ عرض کیا کہ اے میرے آقا! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے جھکوں یا بیٹھ جاؤں؟ فرمایا کہ میں تجھے اس کی اجازت دیتا ہوں۔ کہ بیٹھ جا مگر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میرے سامنے خم ہو۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا پھر اس نے اپنی رومی ٹوپی اتار ڈالی پھر اس نے عرض کی کہ میں حضور پر قربان ہو جاؤں اب مجھے بات کرنے کی اجازت ہے؟ فرمایا ہاں بات کرنے تو تو آیا ہی ہے اس پر نصرانی نے عرض کی تو میں اپنے اس رہنما دوست کو سلام پہونچاؤں یا آپ اس کے سلام کا جواب نہ دیں گے؟ اس پر جناب امام علیہ السلام نے فرمایا اگر اللہ نے اسے ہدایت کر دی تو تو تیرے صاحب پر سلام ہے۔ رہا ہماری طرف سے سلام پہونچانا یہ اس وقت ہوگا جب وہ ہمارے دین میں آ جائے گا۔ پھر نصرانی نے پوچھا خدا حضور کو صحیح و سالم رکھے اب میں کچھ پوچھوں؟ حضرت نے فرمایا دریافت کر اس نے عرض کی کہ مجھے اس کتاب کی بعض باتیں بتلائیے جو محمد پر نازل کی گئی۔ اور انہی کی زبان سے ادا ہوئی۔ پھر اس کی صفتیں جو کچھ بھی بیان کی گئیں از آنجملہ یہ الفاظ بھی ہیں۔ حٰمٓ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ تو بتلائیے ان کی باطنی تصویر کیا ہے؟ فرمایا جو سب سے اوّل ہے۔ حٰم اس سے تو مراد ہیں محمد صلے اللہ علیہ و آلہ اور یہ بموجب اس کتاب کے ہے جو ہود علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔ اور یہ نام آنحضرت کا منقوص الحروف ہے (یعنی میم اس کے بیچ سے کم ہے اور دال آخر سے) اب رہا الْكِتَابِ الْمُبِينِ۔ یہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں اور یہ الفاظ جو ہیں لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ۔ اس سے مراد ہیں فاطمہ علیہا السلام۔ اب رہا قول خدا تعالےٰ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ۔ تو اس میں خدا تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ بطن جناب سیدہ سے خیر کثیر کا ظہور ہوگا کہ ایک مرد حکیم پیدا ہوگا اور ایک اور مرد حکیم پیدا ہوں گے۔ اس پر وہ نصرانی بولا کہ ان مردوں میں سے اوّل و آخر کی صفات تو حضرت مجھے سنا دیں۔ فرمایا صفات سننے سے کیا ہو جاتا ہے تاہم ان میں سے تیسرا بزرگ جو ہوگا اس کی نسل سے جو جو پیدا ہونے والے ہیں ان کی بعض صفتیں میں تیرے سامنے بیان کروں اور وہ صفات

تمھارے پاس بھی ان کتابوں میں موجود ہیں جو تم پر نازل کی گئی ہیں بشرطیکہ تم ان کو نہ بدلو اور تحریف نہ کرو اور انکار نہ کر جاؤ جیسا کہ تم قدیم سے کرتے آتے ہو۔ اس پر نصرانی نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی کہ جو کچھ بھی میں جانتا ہوں آپ سے وہ میں ہرگز نہ چھپاؤں گا۔ نہ میں آپ سے جھوٹ بولوں گا اس لئے کہ میں جو کچھ بھی عرض کروں گا اس کے سچ یا جھوٹ ہونے کا آپکو ضرور علم ہے۔ خدا کی قسم آپکو تو خدائے تعالےٰ نے اپنے فضل سے وہ کچھ عطا کیا ہے اور اپنی نعمتوں کا ایسا حصّہ دیا ہے جو نہ سوچنے والوں کے خواب و خیال میں آسکتا ہے اور نہ چھپانے والے سے چھپا سکتے ہیں اور جو جھوٹ بھی بولیں وہ اسکو جھٹلا بھی نہیں سکتے۔ بس اس بارے میں جو کچھ عرض کروں گا وہ حق ہی حق ہو گا۔ آپ نے اس وقت تک جو کچھ فرمایا ہے ہماری کتابوں میں بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ اس پر جناب ابوابراہیم (امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام) نے اس سے فرمایا تو اب تجھے ایک ایسی خبر بھی بتلا دوں جسے کتابوں کے پڑھنے والے بھی بہت ہی کم جانتے ہیں ذرا مجھے یہ تو بتلا کہ جناب مریمؑ کی والدہ کا کیا نام تھا۔ اور حضرت مریم علیہ السّلام کے رحم مبارک میں روح کس دن پھونکی گئی اور اس دن کتنے گھنٹے دن چڑھا تھا۔ اور وہ کون سا دن تھا جس دن بطن مریمؑ سے عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے تھے۔ اور اس دن کتنے گھنٹے دن چڑھا تھا؟ نصرانی بولا یہ تو میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جناب ابوابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا (مریم کی ماں کا نام تو مرثا تھا جس کے عربی معنی ہوئے وَہِیبَہ (وہ عورت جس کو منجانب اللہ عطیہ دیا گیا ہو) اب رہا وہ دن جس دن حضرت مریمؑ حاملہ ہوئیں وہ جمعہ کا دن تھا اور زوالِ آفتاب کا وقت تھا۔ اور وہ وہی دن ہے کہ روح الامین اس میں آسمان سے اترے اور مسلمانوں کی کوئی عید اس دن سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس کی خدائے تبارک و تعالےٰ نے بھی عظمت فرمائی ہے۔ اور اس کے رسول جناب محمد مصطفےٰ صلےٰ اللہ علیہ و آلہ نے بھی چنانچہ آنحضرتؐ نے حکم دیا ہے کہ مُسلمان اس کو عید مانیں تو وہ تو روز جمعہ ہے اب رہا وہ دن جس میں مریم علیہ السّلام کے ہاں ولادت ہوئی تو وہ منگل کا دن تھا اور ساڑھے چار گھنٹے دن چڑھا تھا۔ اچھا تو اس دریا سے بھی واقف ہے جس کے کنارے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام (بطن مقدّس) حضرت مریم علیہ السّلام سے پیدا ہوئے؟ اس نے عرض کی جی نہیں۔ فرمایا وہ دریائے فرات ہے جس کے کنارے کھجوروں کے درخت اور انگور کی بیلیں بکثرت ہوتی ہیں۔ اور فرات کے کنارے انگور کی بیلوں اور کھجوروں کے درخت کی برابر اور کوئی چیز ہوتی ہی نہیں۔ اب رہا وہ دن جس دن حضرت مریمؑ کی زبان بند کی گئی تھی اور ان کے متبرک بچّے نے اپنے ماننے والوں کو پکارا تھا اور انھوں نے اس کی اعانت کی تھی اور آل عمران کو لائے تھے۔ کہ وہ مریمؑ کو غور سے دیکھ لیں تو یہ سب واقعہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں تمھارے لئے بھی بیان کیا ہے۔ اور اپنی کتاب میں ہمارے لئے بھی بیان کیا ہے تو آیا تم اس کو سمجھ بھی گئے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں، آج ہی میں نے اسے تازہ بتازہ پڑھا ہے۔ فرمایا تو تو اپنے اس مقام سے بغیر ہدایت پائے نہیں اٹھے گا۔ نصرانی نے عرض کیا کہ میری ماں کا نام سریانی میں کیا تھا؟ اور عربی میں کیا ہے؟ فرمایا تیری ماں کا نام سُریانی میں عَنقَالیہ تھا اور عنفورہ باپ کی طرف سے تیری دادی ہوتی تھی۔ اب رہا عربی میں تیری ماں کا نام تو وہ تھا اُمیّہ۔ اور رہا تیرے باپ کا نام تو وہ عبدالمسیح تھا اور وہ عربی میں ہوا عبداللہ اس لئے کہ مسیح کا تو کوئی بندہ ہے ہی نہیں۔ اس نے عرض کی حضور نے سچ فرمایا اور پتہ کی باتیں کھول دیں۔ اب اتنا اور بتا دیجئے کہ میرے دادا کا کیا نام تھا؟ فرمایا تیرے دادا کا نام جبرئیل تھا اور پھر وہ عبدالرحمٰن ہو گیا تھا میں نے اپنے اسی مکان میں اس کا یہ نام رکھا تھا۔ اس نصرانی نے عرض کی تو کیا وہ مسلمان ہو گیا تھا جناب ابوابراہیمؑ نے فرمایا کہ ہاں! اور وہ شہید مرا۔ قوم اخباد کے کچھ لوگ منزلِ غیلہ میں اس پر آپڑے اور اس کو قتل کر دیا۔ یہ اخباد اہل شام میں سے تھے۔ اس نے عرض کی تو میرا نام کنیّت سے پہلے کیا تھا؟ فرمایا تیرا نام عبدالصّلیب تھا! عرض کی تو حضور میرا نام اب کیا رکھیں گے؟ فرمایا تیرا نام عبداللہ رکھتا ہوں۔ اس نے عرض کی تو میں اسی وقت خدائے بزرگ برتر پر ایمان لایا اور میں نے اس کی گواہی دی کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ تنہا ہے۔ بے نیاز ہے۔ نہ وہ ایسا ہے جیسا کہ نصاریٰ اس کو بیان کرتے ہیں۔ اور نہ ایسا ہے جیسا یہود اس کی نسبت کہتے ہیں۔ اور مشرک جو قسمیں اس کی ٹھہراتے ہیں وہ ان میں سے ایک قسم بھی نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسُولؐ ہیں۔ اس نے ان کو حق کے ساتھ بھیجا اور انھوں نے جو اس کے اہل تھے ان سب پر حق کا اظہار کر دیا۔ اور جو آنحضرتؐ کو باطل سمجھنے والے تھے ان کی ہیئے کی پھوٹی ہی رہیں اور میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلےٰ اللہ علیہ و آلہ وسلم کل آدمیوں کی طرف خدا کا پیغام لے کر آئے تھے۔ سُرخ رنگ کے ہوں تو اور سیاہ رنگ کے ہوں تو۔ ہر گروہ دعوت نبوت میں مشترک تھا۔ اب جس نے آنکھیں کھولنی چاہیں اس کی آنکھیں کھل گئیں اور جس نے ہدایت پانا منظور کیا اسے ہدایت ہو گئی۔ حق کو باطل کرنے والے اندھے ہی رہے۔ اور جن کو وہ پکارا کرتے تھے وہ ان کے کام ہی نہ آئے۔ اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرتؐ کا ولی و وارث جو بات کہتا ہے حکمت سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور آنحضرتؐ سے پہلے جو نبی گزرے ہیں وہ بھی بڑی پہونچی ہوئی حکمت کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور خدا کی بندگی پر جھکے ہوئے تھے۔ اور باطل و اہل باطل کو اور رجس اور اہلِ رجس کو الگ کر دیا کرتے تھے، اور ضلالت کے راستہ کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور اللہ بھی اپنی اطاعت کرنے کے سبب ان کی نصرت کیا کرتا تھا۔ اور معصیت سے بچانے کے لئے اس نے ان کو معصوم بنایا تھا۔ بس وہ اللہ کے دوست تھے۔ اور اللہ کے دین کے مددگار (یہی حالت آنحضرتؐ کے اوراولیا و اوصیاء کی بھی ہے) نیکی کرنے کے لئے لوگوں کو ابھارتے رہتے تھے اور اس کا حکم دیتے رہتے تھے۔ (ویسے ہی یہ بھی ابھارتے رہتے ہیں اور اس کا حکم دیتے رہتے ہیں) میں تمام انبیاء (و اوصیاء) پر ایمان لایا۔ چھوٹوں پر بھی اور بڑوں پر بھی جن کا میں نے نام لیا ہو ان پر بھی اور جن کا نام نہ لیا ہو ان پر بھی۔ اور میں خدائے تبارک و تعالےٰ پر بھی ایمان لایا۔ اس کے بعد اس نے اپنا زُنّار توڑ دیا اور سونے کی صلیب جو اس کے گلے میں پڑی ہوئی تھی اس کے بھی ٹکڑے کر دیئے پھر عرض کرنے لگا کہ مجھے حکم دیجئے کہ اسے بطور خیرات کے جس مد میں بھی حضور فرمائیں دے ڈالوں؟ فرمایا یہیں تیرا ایک بھائی موجود ہے جو پہلے مثل تیرے اسی دین پر تھا اور وہ تیری ہی قوم سے قیس بن تعلبہ کے قبیلہ سے ہے اور پہلے ایسا ہی دولتمند بھی تھا جیسا کہ تو ہے۔ سو اب تم ایک دوسرے کی ہمدردی کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ ہی ساتھ رہو۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ اسلام میں جو تم دونوں کا حق ایک دوسرے پر قائم ہو گیا ہے وہ تمھیں نہ بتا دوں۔ اس نے عرض کی خدا حضور کو صحیح و سالم رکھے واللہ میں تو بڑا مالدار ہوں۔ میں تین سو جوڑیاں تو گھوڑے اور گھوڑیوں کی چھوڑ کر آیا ہوں۔ اور ایک ہزار اونٹ چھوڑے ہیں۔ ان سب میں حضور کا حق میرے حق سے زیادہ ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اب تو تو اللہ اور اللہ کے رسُول کا غلام ہو گیا۔ (مطلب یہ ہے کہ ہم تجھ سے کچھ لینا نہیں چاہتے) حالانکہ تو اپنے نسب میں جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ المختصر اس کا اسلام بہت ہی اچھا ثابت ہوا۔ اور اس نے قبیلۂ فہر کی ایک عورت سے شادی کر لی۔ جس کا مہر پچاس دینار حضرت ابوابراہیمؑ نے جناب امیرالمومنین علیہ السّلام کے صدقات میں سے ادا فرما دیا۔ اور اس کو خادم بھی دیئے اور اس کو مکان بھی دیا۔ وہ موضع عُریض ہی میں رہا جب تک کہ خود حضرتؑ ہی کو وہاں سے نہ نکالا گیا اور حضرتؑ کے وہاں سے نکالے جانے کے اٹھارہ۱۸ دن بعد انتقال کر گیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

تفسیر قمی میں ہے کہ حمران نے جناب امام محمدؐ باقر علیہ السّلام سے خدائے تعالےٰ کے اس قول اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ کا مطلب دریافت کیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد شبِ قدر ہے جو ہر برس ماہ مبارک رمضان کے عشرۂ آخر میں ہوتی ہے اور قرآن مجید شبِ قدر ہی میں نازل کیا گیا۔ پھر اس نے عرض کی کہ یہ جو

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ شب قدر میں ہر چیز کا اندازہ کر لیا جاتا ہے جو اس برس سے لے کر آئندہ سال تک ہونے والی ہے۔ خواہ وہ خیر ہو یا شر۔ عبادت ہو یا معصیت۔ ولادت ہو یا وفات۔ اسی طرح رزق وغیرہ پس جن جن چیزوں کا اس سال کے لئے اندازہ کیا گیا وہ بھی ہو گئیں۔ انہی کو حتمی سمجھو۔ اس لئے کہ ہر اندازہ میں مشیت یعنی اختیار خدا کا دخل زیادہ رہتا ہے۔ (جتنا چاہے بدل دے زیادہ کر دے کم کر دے۔ جو مناسب سمجھے کرے اور جن وجوہ سے چاہے گھٹا بڑھا دے) حمران کہتے ہیں کہ یہ جو فرمایا ہے لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ اس میں کون سی چیز مراد لی ہے؟ فرمایا نیک اعمال مراد لئے ہیں جو اس شب میں کئے جائیں نماز ہو۔ زکوٰۃ ہو اور طرح طرح کی خیر و خیرات ہو اور مطلب یہ ہے کہ اس رات میں جو عملِ نیک کیا جائے وہ ہزار مہینے کے عملِ نیک سے بھی بہتر ہے جن میں شب قدر واقع نہ ہو اور اگر خدائے تبارک تعالیٰ مومنین کے لئے نہ بڑھاتا تو وہ اتنا ثواب کہاں سے پاتے لیکن خدا تعالیٰ تو ان کی خاطر سے ان کی نیکیوں کو بہت ہی کچھ بڑھا دے گا۔

احتجاج طبرسی میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ایک طویل حدیث منقول ہے جسمیں آنحضرتؑ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ چاہا کہ مخلوق پر اپنی قدرت کا اظہار کرے اور اپنا غلبہ ان کو دکھلائے اور اپنی کھلی حکمت کی دلیلیں ان پر واضح کرے۔ پس اس نے جو کچھ چاہا پیدا کیا اور جس طرح چاہا پیدا کیا اور بعض اشیاء کا فعل ان لوگوں کے ہاتھوں پر جاری کیا جن کو اپنا امین مقرر کر کے برگزیدہ کر دیا تھا پس ان کا فعل درحقیقت ان کا فعل تھا اور ان کا امر اس کا امر تھا اسی سے تو اس نے فرمایا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج۔۔ اور اپنی مخلوق میں سے جن جن کو بھی پیدا کرنا چاہا آسمان و زمین کو اس کا گہوارہ بنایا تاکہ اس کے علم سابق کے بموجب ان دونوں کے رہنے والے دونوں گروہوں میں کہ ایک خبیث ہو گا اور ایک نیک امتیاز ہو جائے اور اپنے دوستوں اور امینوں کے لئے یہ مثال قائم کر دے چنانچہ اپنی مخلوق کو اپنے ان اولیاء کے مرتبے اور ان کی فضیلت پہونچا دی اور ان پر ان کی اطاعت ایسی ہی واجب فرما دی جیسے کہ اپنی ذات کی اور ان پر اس طرح حجت قائم کر دی کہ ان سے اس طرح خطاب فرمایا جو اس کی یکتائی اور توحید پر اس کی دلالت کرے۔ اور اپنے دوستوں کو اس طرح ظاہر کیا کہ ان کے افعال و احکام خود اس کے فعل و حکم کے قائم مقام ہوں۔ انہی کی شان میں فرماتا ہے بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ اور وہی ہیں جن کے لئے فرمایا اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط اور انہی کا اقتدار اپنی مخلوق کو اپنے قول سے جتلایا عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ اور وہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ مخلوق سے باز پرس فرمائے گا {جیسا کہ فرماتا ہے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ یقیناً خدائے تبارک و تعالیٰ نے اپنے ان بندوں پر بہت بڑا انعام کیا جنھوں نے اس کے اولیاء کا اتباع کیا۔ سائل نے دریافت کیا کہ اللہ کی حجتیں کون سی ہیں؟ فرمایا اول ان میں سے جناب رسولؐ خدا ہیں۔ پھر وہ برگزیدگان خدا جو ان کے قائم مقام ہونے کے لائق تھے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی ذات اور اپنے رسولؐ سے اس طرح ملا دیا ہے کہ بندوں پر ان کی اطاعت مثل اپنی ذات کی اطاعت کے فرض فرما دی ہے۔ اور امر دین کے والی وہی ہیں جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور انہی کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ اس پر سائل نے عرض کی کہ آخر وہ امر ہے کیا؟ فرمایا وہی ہے جسے فرشتے اس رات میں لے کر نازل ہوتے ہیں۔ جس کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ مطلب یہ ہے کہ وہ امر پیدائش کے متعلق ہو تو۔ رزق کے متعلق ہو تو۔ اجل کے متعلق ہو تو۔ عمل کے متعلق ہو تو۔ حیات کے متعلق ہو تو۔ ممات کے متعلق ہو تو۔ اور آسمان اور زمین کی پوشیدہ باتوں کے متعلق ہو تو۔ (سب ہی کچھ اس رات میں طے پا جاتا اور مقدر کیا جاتا ہے) اب رہے معجزات ان کا صدور سوائے خدا تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ بندوں کے جو اس کے اور اس کی مخلوق کے مابین سفیر کا کام دیتے ہیں اور کسی کے لئے زیبا نہیں ہے۔ وجہ اللہ وہی ہیں جن کے بارے میں فرماتا ہے فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط اور بقیۃ اللہ وہی ہیں {جن کے بارے میں فرماتا ہے بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ} اس سے مراد جناب امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ جو اس مہلت کے ختم کے قریب تشریف لائیں گے اور تمام زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح معمور فرما دیں گے جیسی کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔ اور ان حضرتؑ کی نشانیوں میں سے عام سرکشی کے وقت تو غائب ہو جانا اور چھپ جانا ہے اور انتقام لینے کے وقت نکل آنا اور ظاہر ہو جانا ہے اور اگر یہ امر جس کی خبر میں نے تم کو جتلائی ہے جناب رسولؐ خدا ہی کے لئے مخصوص ہوتا اور ان کے اوصیاء میں سے کسی کے لئے نہ ہوتا۔ تو اس صورت میں خطاب بھی فعل ماضی کے ساتھ ہوتا۔ مضارع نہ ہوتا جس سے دوام اور مستقبل پایا جائے یعنی خدا یوں فرماتا نَزَلَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۙ (یعنی آنحضرتؐ پر کل فرشتے اور روح فرشتہ یا کل روحیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر کو لے کر نازل ہوئے) اور یوں ہوتا فِيْهَا فُرِّقَ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (اس رات ہر حکمت والا کام مقرر کر دیا گیا) یوں فرماتا تُنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۙ اور فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝

قول مترجم :- ضرورت کے موافق حصہ حدیث یہاں لکھا گیا ہے۔ اس کا بقیہ انشاء اللہ سورۂ قدر کی تفسیر میں بیان کیا جائے گا۔

مِنَ الْاٰيٰتِ : تفسیر صافی میں ہے کہ ان سے ایسے معجزے مراد ہیں جیسے سمندر کا پھاڑ دینا، بادل کا سایہ کرنا، اور من و سلویٰ کا نازل کرنا۔ ۱۲

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ : تفسیر صافی میں ہے کہ اس اسم اشارہ سے مراد کفار قریش ہیں اس لئے کہ قصۂ فرعون بطور جملۂ معترضہ کے آ گیا تھا۔ ۱۲

قَوْمُ تُبَّعٍ : تفسیر صافی میں ہے کہ اس سے مراد ہے تُبَّعِ حِمْیَری جو لشکروں کے ساتھ عرب کے مختلف حصوں میں چلا پھرا تھا۔ اور جس نے شہر حیرہ کی فصیل بنائی تھی۔ یہ خود تو مومن تھا مگر اس کی قوم کافر تھی۔ اس وجہ سے ان کی مذمت آئی ہے مگر خود اس کی نہیں۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں جناب رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ تم تبع کو برا نہ کہو اس لئے کہ وہ اسلام لے آیا تھا اور جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ تبع نے اوس و خزرج (انصار کے دونوں قبیلوں) سے کہہ دیا تھا کہ تم یہیں (مدینہ منورہ) میں رہو یہاں تک کہ نبی آخر الزماں ظہور فرمائیں پس اگر میں نے ان کا زمانہ پالیا تو ان کی خدمت ضرور بجا لاؤں گا اور ان کی معیت میں ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا۔ ورنہ اس خدمت کو تم لوگ انجام دینا۔ انصار نے ایک حد تک حکم کی تعمیل کی جس کا ثواب تبع کو بھی ضرور ملے گا۔ ۱۲

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ : کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ واللہ وہ ہم ہیں جن کو اللہ نے

مستثنیٰ فرمادیا اور ہم اپنے شیعوں کے کام آئیں گے ۔ نیز انہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ واللہ خدا تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کے اوصیاء اور تابعین میں سے سوائے جناب امیرالمومنینؑ اور ان کے شیعوں کے کسی کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے اور اس کا قول برحق ہے يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ط ۔ پس اس کی مستثنیٰ سے مراد علی مرتضیٰؑ اور ان کے شیعہ ہیں ۔ تفسیر قمی میں ہے کہ جو شخص اولیاء خدا کے سوا اوروں کو دوست رکھے گا وہ آپس میں ایک دوسرے کے کام نہ آئیں گے ۔ پھر ان لوگوں کو مستثنیٰ فرمادیا جو آل محمدؐ سے محبت رکھنے والے ہیں ۔ چنانچہ فرمادیا ۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ط الخ ۔ ۱۲

الْاَثِيْمِ : تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ ۱۲

كَالْمُهْلِ : تفسیر صافی میں ہے کہ اَلْمُهْلِ وہ چیز ہے جو آگ میں اتنی دیر رکھی جائے کہ پگھل جائے ۔ تفسیر قمی میں ہے کہ اَلْمُهْلِ : سے مراد ہے پگھلا ہوا تانبا ۔ ۱۲

وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ تفسیر قمی میں ہے کہ (ظن کی کئی قسمیں ہوتی ہیں از آنجملہ یہ ظن شک ہے اور یہ آیت دہریوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کا حکم ان لوگوں میں جاری رہا جنھوں نے بعد جناب رسول خدا کے جناب امیرالمومنین اور اہلبیتؑ جناب رسول خدا کے بارے میں کیا۔ جو کچھ کیا یعنی ان کے افعال نے ثابت کر دیا کہ ان کا ایمان تلوار کے خوف سے اور مال کے لالچ سے محض اقرار ہی اقرار تھا ۔ تصدیق اس کے ساتھ مطلق نہ تھی ۔ کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے کفر کی صورتوں کے بارے میں جو کچھ وارد ہے اس کا ایک جزیہ ہے کہ از آنجملہ کفر جحود وہ ہے کہ خدا کے کی ربوبیت کا انکار کیا جائے مثلاً کوئی یوں کہے کہ نہ کوئی رب ہے ، نہ جنت نہ دوزخ ہے یہ قول زندیقوں میں سے دو گروہوں کا ہے جن کو دہریہ کہتے ہیں ۔ وہی یہ بھی کہتے ہیں وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ ۔ اور یہ ایک ایسا دین ہے جسے انھوں نے اچھا سمجھ کر خود ہی بنا لیا ہے ۔ نہ تو وہ اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں اور نہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کی کسی بات کی انھوں نے تحقیق کی ہے ۔ اسی لئے خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے اِنْ هُمْ يَظُنُّوْنَ ۝ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تم اَلدَّهْرُ کو برا بھلا نہ کہو ۔ اس لئے کہ اَلدَّهْرُ خود اللہ ہے صاحب تفسیر مجمع البیان فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ سخت حادثوں کو اور نازل ہونے والی بلاؤں کو زمانہ کی طرف منسوب کرکے یوں کہا کرتے تھے کہ زمانے نے ایسا کیا اور ایسا کیا ۔ اور اس طرح زمانے کو برا بھلا کہتے رہتے تھے پس آنحضرتؐ نے فرمایا ان امور کا اصلی فاعل تو خدا ہے لہٰذا تم ان امور کے اصلی فاعل کو برا بھلا نہ کہو ۔ قول مترجم :۔ اس بارۂ خاص میں ہمارے زمانے کے اکثر لوگ بھی زمانۂ جاہلیت والوں سے کم نہیں ہیں لہٰذا ان کو جناب رسول خدا کی اس حدیث سے سبق لینا چاہیئے ۔ اور اپنے نازیبا اقوال سے توبہ کرنی چاہیئے ۔ ۱۲

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ : کافی اور تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ نوشتہ نہ تو کبھی بولا ہے اور نہ بولے گا ۔ ہاں جناب رسول خدا نوشتہ کو دیکھ کر نطق فرمائیں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ هٰذَا كِتٰبُنَا يُنْطَقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط (یعنی ینطق کو بصیغۂ مجہول قرائت فرمایا ۔ معنی یہ ہیں کہ اس ہمارے نوشتہ سے تمہارے برخلاف ٹھیک ٹھیک کہلوایا جائے ۔) کسی نے عرض کی کہ ہم تو اس طرح قرارت نہیں کرتے فرمایا کہ جبرئیلؑ امین نے تو حکم خدا سے جناب رسول خدا پر اسی طرح نازل کیا تھا مگر یہ کتاب خدا کے ان مقامات میں سے ہے جن میں تحریف کر دی گئی ہے ۔ ۱۲

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ کافی اور تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے نٓ وَالْقَلَمِ کے معنی دریافت کئے گئے تھے ۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو جنت کے ایک درخت سے جس کا نام خلد ہے پیدا کیا ہے ۔ پھر جنت کی ایک ندی سے فرمایا کہ تو روشنائی ہو جا ۔ چنانچہ وہ ندی بستہ ہو گئی حالانکہ وہ برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھی ۔ پھر خدا تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ تو لکھ ۔ قلم نے عرض کی پروردگارا ! میں کیا لکھوں ؟ ارشاد ہوا جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے ۔ وہ سب کچھ لکھ دے چنانچہ قلم نے ایک ایسی جھلّی پر جس کی سفیدی چاندی سے زیادہ اور جس کی صفائی یاقوت سے زیادہ تھی لکھ دیا ۔ پھر اس کو تہہ کرکے عرش کے ایک رکن میں رکھ دیا ۔ پھر قلم کے منہ پر نطق لگادی کہ اس نے نہ کبھی نطق کیا ہے اور نہ کبھی کرے گا ۔ پس وہی نوشتہ کتاب مکنون ہے جس سے ہر چیز نقل کی جاتی ہے آیا تم لوگ عرب نہیں ہو کہ اس کلام کا مطلب سمجھو ۔ حالانکہ تم میں سے جب کوئی اپنے دوست سے یہ کہتا ہے کہ اَنْسِخْ ذٰلِكَ الْكِتٰبَ تو آیا اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ ایک دوسرے نوشتہ سے جو اصل میں موجود ہوتا ہے نقل کرنا چاہتا ہے ۔ اب خدا اس قول کا مطلب سمجھ لو اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ سعد السعود کی اس حدیث میں جس میں بندے پر دو فرشتوں کے مقرر ہونے کا ذکر ہوا ہے ارشاد کہ جب وہ دونوں صبح و شام اترنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسرفیل لوح محفوظ سے اس بندے کے اعمال کی ایک نقل ان کو دیدیتے ہیں پھر جب وہ دونوں شام و صبح کو اس بندے کا اعمال نامہ لے کر واپس جاتے ہیں تو اسرافیل اپنی نقل سے ان کو ملا کر دیکھ لیتے ہیں ۔ تاکہ ظاہر ہو جائے کہ اس کے مطابق ہے ۔ قول مترجم :۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہم مجبور ہیں ۔ جیسا اس میں لکھا ہے ویسا ہی عمل ہم سے بن پڑے گا ۔ اگر ایسا ہوتا اور ہم کو اختیار و ارادہ نہ دیا گیا ہوتا تو حضرت اسرافیل کو مقابلہ کرکے .. دیکھنے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی ۔ خدا تعالیٰ نے بداء و مشیّت ، تقدم و تاخیر اور توفیق و سلب توفیق کو اپنے اختیار میں رکھا ہے ۔ اور ارادہ و اختیار بندے کو عطا فرمادیا ہے ۔

پارہ بست پنجم ۲۵ تمام شد